تصریحات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخاب و غیر انتخاب

بدقسمتی سے اس وقت ملک کے اسلام دوست حلقوں میں ایک بیکار اور بے معنی بحث چل نکلی ہے کہ آیا اسلام میں انتخابات اور جمہوریت ہے یا نہیں جبکہ اس سے فائدہ تو کچھ حاصل نہیں ہوگا مگر نقصانات کے امکانات بہت زیادہ ہیں ۔

بیکار اس لیے کہ بزعم خویش دلائل کے طومار لگا دینے سے بھی اُمّت اپنے ووٹ اور اس کی انتخابی قوت سے دستکش اور دستبردار نہیں ہو سکتی جو اسے مدتوں کی ریاضت اور جدوجہد کے بعد حاصل ہوا اور جس کے ثمرات کے طور پر اس برِصغیر میں ایک آزاد اور خودمختار اسلامی ملک وجود میں آیا جو دنیاء اسلام کا سب سے بڑا اور جغرافیائی لحاظ سے سب سے اہم ملک قرار پایا ۔

اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی اُن کی نظر سے اوجھل نہیں ہو سکتی کہ جب اس انتخاب اور جمہوری راستے کو چھوڑ کر کوئی دوسری راہ اختیار کرنے کی کوشش کی گئی تو دنیا کی یہی سب سے بڑی اسلامی ریاست دولخت ہو گئی اور اس طرح اس کی جغرافیائی حیثیت بھی ماند ہو کے رہ گئی ۔

اور ہمیں یقین ہے کہ آئندہ بھی اگر ان دو مسلمان ریاستوں کے اتحاد اور ایک ہونے کی صورت ہو سکتی ہے۔ تو ووٹنگ پاور اور انتخابات کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے کہ طرفین کے مسلمان اس مقصد کے لیے ووٹ ڈالیں اور ایسے لوگوں کو منتخب کریں جو دونوں بچھڑے ہوئے علاقوں کو ایک کرنے کا وعدہ کریں ۔

اسی طرح ووٹ کے تقدس اور اس کی آبرو کے تحفظ کی خاطر کہ ان لوگوں کے خلاف جنھوں نے اس کی قوت اور اس کی آبرو سے انکار کیا ۔ ۱۹۷۷ء میں پاکستان کے ہر ہر شہر اور ہر ہر بستی میں وہ طوفان اُٹھا ۔ اور لوگوں نے اس کے لیے وہ جدوجہد کی جس کی مثال پاکستان کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس جدوجہد میں اسلام کے نفاذ اور نظام اسلامی سے محبت نے بہت رنگینی بھر دی اور دلکشی پیدا کر دی لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ تحریک کا آغاز صرف ووٹ کی قوت سے انکار اور انتخابات کی بے آبروئی پر ہوا تھا کہ لوگوں نے انتخابات میں اپنی رائے کی پامالی پر اس قدر شدید برہمی اور ناراضگی کا اظہار کیا اور دوبارہ انتخابات پر اس پختگی سے زور دیا کہ انتخابات سے گریز کرنے والے اور ملت کے انتخابی حق کو سلب کرنے والے خود مسلوب الاختیار اور مصلوب ہو کر رہ گئے ۔

ایسے حالات میں ایسی اکثریت سے ان کے حق کو چھیننے کی سعی سعیٔ لاحاصل ہی تو ہے اور رہے گی اور پھر اس وقت کوئی ایسی قوت بھی نہیں جو انھیں اس حق سے محروم کر سکتی یا اس کی جراُت کی مرتکب بھی ہو سکتی ہو جبکہ موجودہ حکومت بھی نہ اس کی خواہشمند ہے نہ طلبگار، بنابریں چند غیر اہم لوگوں کی اس کے خلاف محاذ آرائی ان کے لیے کون سے نتائج مرتب کر سکتی اور امت کے لیے کون سے فوائد حاصل کر سکتی ہے؟

ہاں اس کے برعکس اس قسم کی بحثوں سے اس کے نقصانات کے احتمالات سے گریز نہیں کیا جا سکتا کہ ملک بھر میں وہ لوگ جو اس ملک کو اسلامی نظام کی ڈگر پر چلانا چاہتے اور اس کے لیے نیک مخلص ایماندار اور اسلامی نظام کے خواستگار لوگوں کو انتخاب کی راہ سے اُوپر لانا چاہتے ہیں وہ تذبذب اور کنفیوژن کا شکار ہو کر رہ جائیں اور لادین قوتوں کے سامنے مضبوط اور مستحکم صف آرائی نہ کر سکیں جس سے اس ملک میں وہ لوگ خدانخواستہ طاقت اور قوت حاصل کر لیں جو اسے اس کی نظریاتی اساس سے ہی دور ہٹا دیں اور پھر انہیں اسلامی نظام کے حامیوں سے انتخابی احتساب کا ڈر بھی نہ رہے کہ اس کے ذریعہ انہیں اقتدار سے محروم ہی کر دیا جائے گا یا کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ماضی قریب میں ایسا ہو چکا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک ایسے زمانہ میں جبکہ ساری کائنات میں جمہوریت کا چلن اور مسلک اہلِ سنّت کی تائید کہ "خلافت و امامت کا انعقاد انتخاب اور لوگوں کی رائے پر ہوگا" عام ہے اور خود شیعہ حضرات بھی اس راہ کو عہدِ حاضر کی بہترین راہ قرار دے کر اختیار کر چکے اور شیعہ بھائیوں کے امام اور وقت موجود کے نامور انقلابی علامہ خمینی اپنی کتاب حکومت اسلامی میں اسی رائے کو اختیار کرنے کا اعلان عام کر چکے اور عملاً ایران میں کامیابی کے حصول کے بعد اپنے رفقا سمیت اسے اپنا چکے اور عمل میں لا چکے ہیں۔ اور تو اور ان کے حریف علماء علامہ شریعت مداری اور علامہ خوئی ایسے نامور اور مستند شیعہ علماء بھی اس راہ میں ان سے ہم آہنگ ہو چکے ہیں ہمارے بعض اہلِ سُنّت دوستوں کو کیا سوجھی ہے کہ وہ اپنے موقف اصلی اور مسلک حقیقی سے دستبرداری پر تل گئے ہوئے ہیں جن کی صداقت حقانیت اور واقعیت پر اپنوں بیگانوں نے مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔

اور اس سے پیشتر پاکستان میں قوانین سازی کی ابتدا ہی میں ملک بھر میں موجود تمام مکاتب فکر کے سربراہ اکتیس علماء کرام نے جن میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی ایسے جمعیت اہلحدیث کے مرکزی امیر اور مسلک کے سرآوردہ عالم اور مفکر بھی تھے نے متفقہ طور پر ملک کے لیے جمہوری راہ اور اسلامی نظام کے مرتب کرنے کی سفارش اور مطالبہ کیا تھا۔

کیا اس کے بعد پھر اس قسم کی محاذ آرائی کا جواز باقی رہ جاتا ہے۔

هل من مفكر متفكر؟